پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی

تردید اصلاحی یا توہین صحابی رضی اللہ عنہ

جامعہ اشرفیہ سکھر کے ترجمان ماہنامہ "الاشرف" کے قرآن نمبر کی پہلی جلد جسے مدیر مسئول مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری نے بالفاظ ذیل اہل علم کی خدمت میں پیش کیا ہے:

"مختلف مدارس کی جانب سے ماہناموں کا ایک رواج سا چل نکلا ہے۔ لکھنے والے کم ہیں اور رسائل زیادہ ہیں اس لیے زیادہ تر بار بار کے پڑھے ہوئے مضامین ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ جی چاہتا تھا کہ روایتی ڈگر سے ہٹ کر کوئی ایسا کام کیا جائے جو پائیدار ہو.... غرضیکہ طویل سوچ بچار، مشوروں اور دعاؤں کے بعد یہ طے کیا کہ اپنی اور الاشرف کی باقی ماندہ زندگی کو خدمت واشاعت قرآن کے لیے وقف کر دیا جائے"....(قرآن نمبر ص ۱/۵)

یہ یقین دہانی پڑھتے ہی خیال آیا کہ ایک علمی ادارے کی طرف سے روایتی ڈگر سے ہٹ کر طویل سوچ بچار، مشوروں اور دعاؤں کے بعد جو پہلا نمبر شائع ہوا ہے اس کا مواد اور مضامین نہایت ہی مستند اور تحقیقی ہوں گے مگر اس میں شامل ایک مضمون "مولانا امین احسن اصلاحی اور سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۴ کی تفسیر" کے مطالعے سے حیرت میں ڈوب گیا کہ جو مضمون کسی "روایتی" ماہنامے میں بھی شائع ہونے کے لائق نہیں تھا اسے مدیر محترم نے خصوصی اہمیت دیتے ہوئے اپنے تعارفی کلمات کے ساتھ شائع کرایا۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"راقم الحروف نے محترم ڈاکٹر سید رضوان ندوی صاحب زید مجدھم سے قرآن نمبر کے لیے کوئی مضمون لکھنے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی حال ہی میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا انتقال ہوا ہے جس کی وجہ سے اخبارات میں ان کی تفسیر "تدبر قرآن" کا بڑا شہرہ ہے جبکہ میں نے مولانا کی زندگی ہی میں ایک آیت کی تفسیر کے حوالے سے نقد کیا تھا اور وہ مضمون ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اگر چاہیں تو اسے شامل اشاعت کر لیں۔ چونکہ قرآن نمبر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عام مسلمانوں کو گمراہ کن تفاسیر سے بچایا جائے اس لیے اس مضمون کو یہاں شائع کیا جارہا ہے" (قرآن نمبر ص ۱۱۷)

گویا مدیر محترم نے اپنے زعم میں زیر بحث مضمون عام مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے شائع کیا ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس مضمون میں ایک صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ولید بن عقبہ راضی اللہ عنہ کی کردار کشی اور شدید توہین کی گئی ہے جس کی کسی ادنیٰ مسلمان سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی۔

فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون کے عنوان سے بظاہر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کا مقصد مولانا اصلاحی مرحوم کی زیر بحث آیت کی غلط تفسیر کی تردید ہے جس میں مرحوم نے ایک مظلوم صحابی راضی

للہ عنہ کا دفاع کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"افسوس ہے کہ مولانا اصلاحی نے مضمون کے آخر میں ولید بن عقبہ کے دفاع کے بعد.... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اصلاحی نے سورۃ حجرات کی اس آیت کی تفسیر کو ولید بن عقبہ کے دفاع کے لیے استعمال کیا ہے.... یہ کوئی مناسب طریقہ نہیں کہ اموی خاندان کے ایک ایسے فرد کے دفاع کے لیے جو فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے ہم اپنے تمام علمائے سلف کو مطعون کریں اور اپنے تمام ذخیرہ تفسیر میں شک پیدا کریں یہ نہ تو علم کی کوئی خدمت ہے نہ اسلام کی"

(قرآن نمبر ص ۱۲۷، ۱۳۴، ۱۳۷)

گویا دفاع صحابہ رضی اللہ عنہ مرحوم کا ناقابل معافی جرم بن گیا۔ مضمون نگار نے "اخلاقی تقاضوں" کے پیش نظر مرحوم کا ذکر نہایت احترام کے ساتھ کیا ہے۔ "گرامی قدر مولانا.... مولانا امین احسن اصلاحی صاحب.... مولانا مدظلہ کا تفسیر قرآن میں جو اعلیٰ مقام ہے وہ سر آنکھوں پر۔ راقم الحروف ان کا بہت احترام کرتا ہے لیکن سلف اور قدیم و مستند مفسرین و محدثین بھی اس طرح بلکہ اس سے زیادہ احترام کے مستحق ہیں۔" (قرآن نمبر ص ۱۱۷)

موصوف نے اپنے مضمون میں اس دعویٰ کو سچا ثابت کر دکھایا جہاں جہاں ان اسلاف کا ذکر کیا تو ہر جگہ احترام کو ملحوظ رکھا لیکن ایک مومن، ایک صحابی، ایک مجاھد، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ماں جائے بھائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کسی احترام کا مستحق نہیں گردانا۔ بلکہ دیگر اموی صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی تعریض کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی:

"لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام درست نہ تھا.... سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر کرنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غیر مستحسن فعل تھا" (ص ۱۳۴، ۱۳۶)

جہاں تک عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سرکاری مناصب کے لیے ثقاہت و عدالت کا مسئلہ تھا تو یہ ایک غلط مفروضہ پر مبنی ہے.... ایسے مناصب پر تعین کے لیے ثقاہت و عدالت سے زیادہ شخصی اعزاز، خاندانی وجاہت اور تعلیم و اہلیت ضروری تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد سابقین اولین اور انصار کے بجائے خاندان بنی امیہ کے بعض اہل افراد کو ایسے مناصب سپرد کیے۔۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایسے اصحاب کے بجائے ان لوگوں کو یہ مناصب تالیف قلب کے لیے خاندانی وجاہت اور ذاتی کارکردگی کی بناء پر دیئے تھے اس میں ثقاہت و عدالت کی کوئی بات نہ تھی" (ص ۱۳۰)

قابل افسوس بات یہ ہے کہ بعض لوگ صحابہ کے بارے میں وہ تصور رکھتے ہیں جو شیعہ حضرات اپنے ائمہ کے بارے میں رکھتے ہیں (پھر بعض صحابہ کے کردار پر تنقید ثابت کی)" (ص ۱۳۲)،

"شیعہ حضرات تو اس حماقت میں گرفتار ہی ہیں کہ ان کے بارہ ائمہ اہل بیت معصوم عن الخطاء تھے

لیکن افسوس کہ ان کے جواب میں ہمارے بعض علماء اور عوام نے صحابہ صحابہ کا نعرہ لگا کر شیعوں والی بات صحابہ کے ساتھ کی ہے" (ص ۱۳۷)

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں تینتیس (۳۳) مرتبہ سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے مگر کسی مقام پر بھی آں محترمؓ کے نام کے ساتھ ادب و احترام یا ترضی کا نشانؓ ظاہر نہیں کیا۔ جبکہ بعض مقامات پر نام کے بجائے یوں لکھا ہے کہ:

"اس کے ایسے قصے ہیں.... اس کے مکروہ حالات ..... اس کی بہادری.... اس کو.... بہادر تھا اور جہاد کرتا تھا.... اس کی شراب خوری۔"

"یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ ولید بن عقبہ نے یہ غلط بیانی یا دروغ گوئی کیوں کی؟.... یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کیا اس کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ پہلے سے کاذب مشہور ہوں.... یہ کس نے کہا کہ قرآن کریم نے ولید بن عقبہ کو ہمیشہ کے لیے فاسق قرار دے دیا تھا اور ندامت و توبہ کا دروازہ ان پر بند کر دیا تھا.... ولید بن عقبہ کا گناہ تو اس درجہ کا نہ تھا.... ولید بن عقبہ بن ابی معیط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن کے بیٹے اور طلقاء میں سے تھے۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے.... مگر کیا کیا جائے ہماری انتہائی صحیح کتب حدیث و تاریخ میں معدودے چند ایسے واقعات مذکور ہیں ان ہی میں سے ولید بن عقبہ کا معاملہ بھی ہے.... سو ولید بن عقبہ کا شراب خوری کا معاملہ بھی ایسے ہی Addiction یا مرض کی مثال ہے" (ص ۱۲۹-۱۳۷)

اس انداز تحقیق کو رافضیت و سبائیت کی خدمت کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ الزامات کے جواب سے قبل سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ولید بن عقبہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی البیضاء ام حکیم بنت عبدالمطلب کے نواسے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ سیدہ اروٰی بنت کریز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور یہ سیدنا عثمانؓ کی بھی ماں ہیں۔ اس رشتے کے اعتبار سے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے ہیں۔ وہ لڑکپن میں فتح مکہ کے موقع پر اپنے بھائی عمارہؓ کے ساتھ مشرف با اسلام ہوئے۔ اس طرح ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر العسقلانی ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

وہ خوش طبعی، بردباری، شجاعت اور ادب میں قبیلہ قریش کے معزز افراد میں سے تھے۔ دیگر علماء رجال نے بھی ان اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ (نسب قریش المصعب الزبیری ص ۱۳۸، تہذیب التہذیب ۱۱/۱۴۲، الاصابہ جلد سوم ص ۶۳۸) سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان اوصاف اور ذاتی اہلیت و قابلیت کی بناء پر انہیں مختلف مناصب پر فائز کیا۔ ۱۲ھ میں یہ سیدنا خالد بن ولیدؓ کی معیت میں داد شجاعت دیتے رہے۔ اس کے بعد عیاض بن غنم فہری کی امداد کے لیے ایک لشکر لے کر گئے۔ پھر ۱۳ھ میں انہیں قبیلہ بنی قضاعہ کے صدقات پر اس شان کے ساتھ مقرر کیا گیا کہ صدیق اکبرؓ انہیں رخصت کرنے کے لیے خود مدینے سے

باہر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد عہد صدیقیؓ ہی میں انہیں قائد لشکر بنا کر اردن کی طرف روانہ کیا گیا۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف سے قبیلہ بنی تغلب اور عرب الجزیرہ پر حاکم و عامل متعین رہے۔ ۱۷ھ میں جب قیصر روم نے حمص کے مقام پر مسلمانوں کا محاصرہ کرنا چاہا اس وقت بھی انہوں نے ایک طرف اپنی مجاہدانہ سرگرمیاں جاری رکھیں تو دوسری طرف جزیرہ کی عیسائی آبادی کو مسلمان بنانے کی پوری کوشش کی۔

سیدنا عثمان غنیؓ نے انہیں کوفہ کا والی مقرر کیا اور پورے پانچ سال تک اس شان کے ساتھ اپنے فرائض سر انجام دیتے رہے کہ ان کی حویلی ہر وقت عام و خاص کے لیے کھلی رہی۔ ان کا سلوک رعایا کے ساتھ نرم ترین اور وہ خود لوگوں کی نظر میں محبوب ترین رہے۔

یہ واقعات مورخ طبری نے بیان کیے ہیں جنہیں خود مضمون نگار نے عظیم اور مستند قرار دیا ہے بلکہ ان کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ "امام طبری پر جو بعض لوگ شیعیت کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ مہمل اور لغو ہے۔ ہم نے اپنے مجلہ البیان میں تفصیل کے ساتھ اس ظالمانہ الزام کی تردید کی ہے" (قرآن نمبر ص ۱۲۶)

موصوف سیدنا ولید بن عقبہؓ کے شرف صحابیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ولید بن عقبہ بن ابی معیط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن کے بیٹے اور طلقاء میں سے تھے یعنی ان لوگوں میں سے جو فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صحبت بھی حاصل نہیں رہی.... صحابی کی تعریف میں اہل علم کا اختلاف ہے لیکن سلف و محققین کے نزدیک صحابی وہی ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل رفاقت و ہم نشینی حاصل رہی ہے۔ چند مرتبہ کے ملنے والے یا تھوڑے وقت ساتھ رہنے والے کو ہم اپنی زبان میں بھی دوست و ساتھی نہیں کہتے ہیں۔" (ص ۱۳۰، ۱۳۶) جبکہ اصطلاحِ شریعت میں صحابی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے آپ کو بحالت ایمان دیکھا ہو اور اسی حالت میں وفات بھی پائی ہو۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ:

"من صحب النبی اولاہ من المسلمین فھو من اصحابہ"

یعنی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی یا آپ کو بحالت ایمان دیکھ لیا تو وہ آپ کے صحابہ میں سے ہے۔ (صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ عبدالعزیز فرہاروی لکھتے ہیں کہ:

"من صحب النبی و لو ساعۃ من الایمان ومات مؤمناً"

جس نے ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اگرچہ ایک ساعت کے لیے اور ایمان ہی کی حالت میں وفات ہوئی ہو وہ صحابی ہے۔ (النبراس شرح لشرح العقائد ص ۵۴۶) افسوس موصوف نے صحابی کی تعریف کے متعلق کوئی حوالہ پیش نہیں کیا زیادہ سے زیادہ اس کی تائید میں محض اپنی "زبان" پیش کر دی علاوہ ازیں موصوف نے "طلقاء" کی جو تعریف بیان کی ہے وہ بھی کذب، افتراء، جہالت، ضد، تعصب اور عناد پر مبنی ہے۔

"طلقاء" کسی قوم یا قبیلے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قریش کے جملہ قبائل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اقول لکم کما قال یوسف لا خوته لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء"

(زاد المعاد ص ۴۲۴/۱) میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر صرف بنوامیہ کو نہیں بلکہ پورے قریش کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تم سب کو معافی دے دی گئی۔ تم آزاد ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطاب میں بار بار "یا معشر قریش" فرمایا۔ یہ خطاب خود بتلا رہا ہے کہ "طلقاء" صرف بنوامیہ نہیں تھے۔ حکیم بن حزامؓ، ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلبؓ، عکرمہؓ بن ابی جہل، عقیلؓ بن ابی طالب، حضرت علیؓ کی بہن ام ھانیؓ اور اس موقع پر جن دو ہزار افراد نے اسلام قبول کیا تھا وہ سب "طلقاء" میں سے تھے۔

قریش کے لیے "طلقاء" یعنی معافی کا لفظ دراصل ان کی عظمت اور فضیلت کا باعث ہے۔ یہ لفظ کسی طور پر بھی مذمت اور تحقیر کے لیے استعمال نہیں ہوتا مگر جن لوگوں کے دلوں میں مرض اور باطن میں خبث ہے وہ اس لفظ کو صحابہؓ میں مذمت کی استعمال کرتے ہیں۔

موصوف کے مضمون کا عنوان ہے کہ

"مولانا امین احسن اصلاحی اور سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۶ کی تفسیر:۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں"

یایھاالذین امنوآ ان جاء کم فاسق بنبیئا فتبینو آ ان تصیبوا قومً بجھالته فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ہ

ترجمہ:۔ اے اہل ایمان اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو گزند پہنچاؤ اور تم کو اس پر نادم ہونا پڑے۔

سخت حیرت ہے کہ مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب جو دوسرے اداروں کی مطبوعات میں کتابتی اغلاط پر سخت معترض ہیں خود اسی تجاہل و تغافل کا شکار ہو گئے۔ اور آیت زیر بحث میں دو لفظ غلط لکھ دیئے گئے: "فتبینوا" کی جگہ "فبینوا" اور "فعلتم" کو "فصلتم" سے تبدیل کر دیا گیا۔ (قرآن نمبر ص ۱۱۷) مدیر محترم اپنے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں کہ:

"آپ خود فیصلہ کیجئے کہ جب تصحیح کا یہ انداز ہو گا تو اغلاط سے مبرا کتابیں کیسے شائع ہو سکیں گی۔ چلو دوسری کتابوں میں تو پھر بھی چشم پوشی کی جا سکتی ہے مگر اللہ کی کتاب میں اس قسم کی چشم پوشی رواداری کے زمرے میں نہیں آئے گی بلکہ ناقابل معافی جرم شمار ہو گی۔ ہماری اس چشم پوشی اور تجاہل و تغافل نے یہ روز سیاہ ہمیں دکھایا ہے کہ اغلاط سے پر قرآن کریم مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ مگر کوئی گرفت کرنے والا

نہیں دکھائی دیتا"۔ (قرآن نمبر ص ۸)

مضمون نگار نے مولانا اصلاحی مرحوم کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے راغب اصفہانی کا تتبع کرتے ہوئے "نباء" کے معنیٰ اہم خبر کے بتائے ہیں حالانکہ عربی زبان کی مستند ترین اور ضخیم ترین "لسان العرب" میں اس کے معنی صرف خبر کے ہیں" پھر انہوں نے عرب ممالک میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر کی جانے والی خبروں کا بھی حوالہ دیا کہ ان کے لئے "انباء" کا لفظ مستعمل ہے جو "نباء" کی جمع ہے۔

یہ دلیل بھی بالکل بے وزن ہے کیونکہ خبروں میں بھی "انباء" کا استعمال خاص خبروں کے لئے ہی ہوتا ہے ورنہ ہر خبر کے نشر کا انتظام ناممکن ہے" "النباء" غیر اہم خبر کو نہیں کہا جاتا بلکہ ایسی خبر جس سے دوررس نتائج نکل سکتے ہوں اس کو "نباء" کہتے ہیں "النباء خبر ذو فائدة عظيمة"

موصوف اگر آیت زیر بحث میں شامل الفاظ ان تصیبوا قوماً بجھالۃ" پر ہی غور فرما لیتے تو پھر انہیں "نباء" کی تشریح میں اتنی زحمت اٹھانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ:

"اس خبر سے مراد مطلق خبر نہیں ہے بلکہ جس پر عمل کرنے سے کسی کا ضرر لازم آتا ہو۔ بقرینۃ "ان تصیبوا...." (بیان القرآن تحت الآیۃ) مضمون نگار لکھتے ہیں کہ: جہاں تک اس آیت کی شان نزول کا تعلق ہے وہ نہ صرف تمام مفسرین بلکہ محدثین کے نزدیک ولید بن عقبہ کے بارے میں ہے۔ (پھر بحوالہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں) "علمائے تفسیر قرآن کے مابین میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ارشاد ربانی ولید بن عقبہ کے بارے میں اترا ہے"

(قرآن نمبر ص ۱۲۵، ۱۳۸)

موصوف کے بائیس صفحات پر مشتمل اس طویل مضمون سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ صرف ولید بن عقبہ کا فسق ظاہر کرنے کے لئے نازل کی ہے کیونکہ اس آیت میں بیان کردہ اصولی ہدایت کی طرف موصوف نے صرف ایک جملہ میں اشارہ کیا ہے کہ" یہ آیت جس میں اسلام کے ایک اہم اصول اخلاق و سیاست کی تعلیم دی گئی ہے" (ص ۱۱۷) اس کے بعد سارا زور قلم ولید بن عقبہ کو دروغ گو، فاسق اور شرابی ثابت کرنے اور آں محترم کا دفاع کرنے والوں کو مطعون کرنے پر صرف کر دیا۔ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"فسق۔ اس کے مختلف معانی ہیں۔ کفر، نفاق، گمراہی، حرام وغیرہ۔ ان ہی میں سے ایک معنی جھوٹ کے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ فاسق کے معنی جھوٹے کے ہیں اور وہی یہاں مراد ہیں۔ اس کے معانی میں خروج عن الحق یعنی حق سے فرار بنیادی مفہوم ہے۔ حالانکہ یہاں لغت میں مذکور یہ معنی بھی لئے جاسکتے ہیں کہ دنیاوی طور پر کوئی صاحب ثروت شخص اگر کوئی خبر دے تو اس پر فوراً یقین نہ کرلو بلکہ تحقیق ضروری ہے اور یہ معلوم ہے کہ ولید بن عقبہ کا تعلق ایک کھاتے پیتے خاندان سے تھا یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے

کذب سے اپنے نبی کو خبردار کیا اس کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ پہلے سے کاذب مشہور ہوں۔ یہ کس نے کہا کہ قرآن کریم نے ولید بن عقبہ کو ہمیشہ کے لئے فاسق قرار دے دیا تھا" (قرآن نمبر ص ۱۲۹، ۱۳۳)

موصوف نے کس ڈھٹائی اور بے غیرتی سے آں محترم کو فاسق اور کاذب قرار دے دیا۔ کاش وہ زیر بحث آیت کے بعد والی آیت ملاحظہ کر لیتے جس میں بڑی وضاحت کے ساتھ صحابہ سے کفر، فسق اور عصیان کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ مفسرین کرام بھی اس جاہلانہ، احمقانہ اور ظالمانہ الزام کی تردید کر رہے ہیں۔

علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی م ۷۲۵ھ لکھتے ہیں کہ:

لان الفسوق خروج عن الحق ولایظن بالولید ذالک......" (تفسیر خازن مع بغوی ص ۲۲۲ تحت الایہ)

کیونکہ فسق کا معنی حق سے فرار ہے اور ولید کے متعلق ایسا گمان نہیں کیا جا سکتا۔

امام فخرالدین رازی م ۶۰۶ھ لکھتے ہیں کہ:

بہر حال معترفین اگر یہ کہیں کہ آیت مذکورہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو ایسا نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت کسی بھی فاسق کے قول اور اس کی بات کو معتبر سمجھنے کے بارے میں عام حکم کے طور پر نازل کی گئی ہے۔ اس معترض کے قول کے ضعیف ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیت مذکورہ فلاں کے لئے نازل کی گئی ہے اور نہ ہی نبی اکرم سے یہ منقول ہے۔

غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ آیت فلاں وقت نازل کی گئی اور یہ تو آیت کے نزول کی تاریخ کی طرح ہے۔

ان اطلاق لفظ الفاسق علی الولید شئی بعید لانہ توھم وظن فاخطاء والمخطی لا یسمّی فاسقا".

ولید پر لفظ فاسق کا اطلاق بہت دور کی بات ہے کیونکہ (بشرط صحت روایت) یہ ان کا وہم اور ظن تھا جس میں انہوں نے غلطی کھائی لیکن غلطی کھانے والے کو تو فاسق نہیں کہا جاتا۔" (تفسیر کبیر ص ۵۸۹/۲۔ تحت الایہ)

اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہے کہ نبی اکرم نے ولید بن عقبہؓ کو بنی معطلق کے پاس صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا تھا تو اس کے ساتھ علمائے تفسیر نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ راستے میں انہیں ایک شیطان نے کہا کہ یہ لوگ آپ کے قتل کے ارادہ سے باہر نکل آئے ہیں" فحدثہ الشیطان انھم یریدون قتلہ.

(تفسیر ابن جریر تحت الایہ، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بغوی مع خازن تحت الایہ، مدارج السالکین لابن قیم ص ۱۳۶۰)

ماھنامہ الاشرف کے ذمہ داران جنہوں نے اس کے سرورق پر "بیاد حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ" لکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں کم از کم ان کی تفسیر سے ہی رہنمائی حاصل کر لیتے جن میں وہ لکھتے ہیں کہ:

"پس یا یھالذین آمنوا. میں مخاطب عام مومنین ہیں اور فاسق سے مراد عام فاسقین ہیں اور فاسق کا ذکر افادہ مبالغہ فی الحکم کے لئے ہے یہ نہیں کہ جس قصہ میں اس کا نزول ہوا ہے اس کو فاسق کہا گیا ہو۔ پس اس آیت سے نہ ولید کا فاسق ہونا لازم آیا۔ اسی طرح صحابہ کے عدول و غیر عدول ہونے کی بحث کرنا امر زائد ہے کیونکہ ولید کا فاسق

ہونا آیت سے لازم ہی نہیں آتا بلکہ نہ حدیث ہے ......" (بیان القرآن) آیت زیر بحث اپنے حکم میں بالکل واضح ہے۔ شان نزول سے متعلق روایات کے بغیر بھی اس کا مطلب و مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ بہت سے مفسرین اس قصے میں پڑے بغیر آیت کی تفسیر بیان کر گئے۔ شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں اس واقعے کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس کی طرف سے ایک ترجمہ قرآن مع حواشی شائع کرا کر حاجی حضرات میں تقسیم کیا گیا ہے جس کے خلاف اس قرآن نمبر میں ماسٹر محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی کا ایک مضمون بعنوان "ایک جدید حاشیہ قرآن کریم" شامل ہے۔ فاضل محشی نے آیت زیر بحث میں اہل حق کی ترجمانی کی ہے کہ:

"لیکن سند اور امر واقعہ دونوں اعتبار سے یہ روایت صحیح نہیں ہے اس لئے اسے ایک صحابی رسول پر چسپاں کرنا صحیح نہیں ہے"۔ (قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر ص ۱۴۵۷)

کیا ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب اور ادارہ الاشرف کو اس کے ساتھ بھی اختلاف ہے؟ اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ آیت میں لفظ "فاسق" سے وہ شخص (شیطان) مراد ہے جس نے سیدنا ولید کو غلط اطلاع پہنچائی تھی اس کی تائید خود آیت زیر بحث سے بھی ہوتی ہے کہ اگر مضمون نگار کے زعم باطل کے مطابق آیت میں "نبا" سے مراد وہ خبر ہوتی جو سیدنا ولید نے دی تھی اور "فاسق" سے مراد معاذاللہ آں محترم ہی ہوتے تو آیت میں خطاب صحابہ کے بجائے خود نبی اکرم سے ہوتا اور یا یھاالذین آمنو.....

کے بجائے یا یھاالنبی ان جاءک فاسق بنبا"

قسم کے الفاظ ہوتے۔ لیکن آیت میں خطاب صحابہ کرام کو ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ کسی صحابی نے کسی فاسق کی خبر پر اعتبار کر لیا ہے۔ اگر سیدنا ولید رضی اللہ عنہ نے بقول معترض "دروغ گوئی" سے کام لے کر آپ کو غلط اطلاع پہنچائی تھی جس کے نتیجے میں آپ نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کی زیر سرکردگی ایک لشکر بھی روانہ کیا تھا۔ تو اس اطلاع کے غلط ثابت ہو جانے کے بعد کیا یہ ممکن ہے کہ آپ نے ولید کو زجر و توبیخ نہ کی ہو؟

سخت حیرت ہے کہ اتنا بڑا سنگین واقعہ رونما ہوا ہو جس کے نتیجے میں بے قصور مسلمان تلوار کی زد میں آسکتے ہوں اور جس پر آیت کا نزول بھی ہوا ہو تو اس "مجرم" پر آپ نے نہ تو کوئی تعزیر لگائی ہو اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ سے کام لیا ہو۔ پھر اتنی خطرناک غلطی کے بعد سیدنا ولید نہ تائب و نادم ہوئے اور نہ ہی انہوں نے مدینہ کی سکونت ترک کی۔ پھر اس واقعے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں قبیلہ قضاعہ کے صدقات کی وصولی پر مامور کریں، لشکروں کی قیادت سونپیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد انہیں والی و عامل بنائیں، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انہیں کوفہ کی گورنری جیسا حساس منصب عطا کر دیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر فی الواقع آیت زیر بحث سیدنا ولید کے بارے میں اتری ہوتی اور اس کی رو سے وہ "فاسق" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے والے قرار پاتے تو خلفاء راشدین ایسے شخص پر اعتماد کر کے اہم معاملات ان کے سپرد کیوں کرتے؟ خلفاء راشدین کا طرز عمل بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آیت زیر بحث آں محترم راضی اللہ عنہ کے بارے میں ہر گز نازل نہیں ہوئی۔

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ..... محدثین میں سے امام احمد بن حنبل، ابن ابی حاتم، طبرانی اور محمد بن جریر الطبری علیہم الرحمۃ نے ان روایات کو جن میں اس آیت کی شان نزول میں ولید بن عقبہ کا ذکر ہے۔ حضرت حارث بن ابی ضرار والدام المؤمنین جویریہؓ، ابن عباس، اامالمؤمنین ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے۔ ان صحابہ کرام کے علاوہ کتب تفسیر میں ایسی روایات مشہور تابعین مجاھد، قتادہ، ضحاک، مقاتل بن حیان، ابن ابی لیلیٰ اور یزید بن رومان رحمھم اللہ تعالیٰ سے مروی ہیں جو حضرت ابن عباسؓ کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔ (قرآن نمبر ۱۲۶)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ روایتاً ودرایتاً ہر اعتبار سے غلط ہے۔ اس روایت کے جتنے بھی طرق مروی ہیں ان میں سے کوئی بھی ضعف سے خالی نہیں۔ موصوف نے مشہور تابعین کے نام سے جو فہرست پیش کی ہے ان میں سے کوئی بھی واقع کا عینی شاھد نہیں۔ یہ واقعہ ان سے کس نے بیان کیا؟ روایات میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لحاظ سے ان میں سے کوئی روایت بھی قابل حجت نہیں۔

جہاں تک سیدہ ام سلمہؓ کی روایت کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک ثابت نامی شخص ام سلمہ سے بیان کرتا ہے اور خود کو ام سلمہ کا مولیٰ ظاہر کرتا ہے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ اس نام کا کوئی شخص ام سلمہؓ کا مولیٰ تھا۔

علاوہ ازیں ام سلمہؓ کی تمام مرویات مسند احمد میں موجود ہیں ان میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ البتہ حافظ ہیثمیؒ اور حافظ سیوطی نے حضرت ام سلمہؓ کی یہ روایت طبرانی کے حوالے سے نقل کی ہے لیکن ان دونوں نے اس کی سند ذکر نہیں کی۔ البتہ حافظ ہیثمی نے اتنا اشارہ ضرور کیا ہے کہ اس میں ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۱۱ ج ۷) اس راوی کے ضعف پر ائمہ جرح و تعدیل کا اتفاق ہے۔ وہ لاشئ ہے۔ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ اس نے بہت سی منکر روایات بیان کی ہیں۔ اس کی حدیث ہی نہ لکھی جائے۔ وہ منکر الحدیث ہے۔ اس سے روایت بیان کرنا جائز نہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۲۱۳، ۴/ تھذیب التھذیب) دوسری موصول روایت جابر بن عبداللہ سے حافظ ہیثمی نے ہی طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ جس میں ایک راوی عبداللہ بن عبدالقدوس ضعیف ہے۔ حافظ ہیثمی نے قد ضعفہ الجمھور کہہ کر اس کے ضعف کی صراحت کی ہے۔ یہ راوی بالاتفاق رافضی ہے۔ حافظ ذھبی لکھتے ہیں، کوفی رافضی"۔ امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے اس راوی کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا "لیس بشئ رافضی خبیث" امام ابو داؤد کہتے ہیں: ضعیف الحدیث یرمیٰ بالرفض" امام بخاری

لکھتے ہیں: یروی عن اقوام ضعاف " (میزان الاعتدال ص۷ ۵ ۴/ ۲، تھذیب التھذیب ص ۳۰۳/ ۵)

تیسری روایت بھی حافظ ہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے نقل کی ہے جس کا سلسلہ علقمہ بن ناجیہ صحابی تک پہنچایا گیا ہے اس کے متعلق بھی انہوں نے خود ہی وضاحت کی ہے کہ اس میں یعقوب بن حمید راوی ہے جس کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۱۰ ج ۲، میزان الاعتدال ص ۴۵۱ ج ۴)

امام بخاری نے مختلف آیات اور سورتوں کی تفسیر سے متعلق روایات کو ایک طویل باب "کتاب التفسیر" میں جمع کیا ہے۔ اس "کتاب التفسیر" میں "تفسیر سورۃ حجرات" کے نام سے ایک مستقل باب بھی موجود ہے لیکن اس میں امام بخاری ابتدائی دو آیات کے متعلق تین روایات لائے ہیں۔ اگر آیت زیر بحث کے متعلق بھی انہیں کوئی صحیح روایت ملتی تو وہ ضرور اس عنوان کے تحت اسے درج کرتے مضمون نگار مسند احمد بن حنبل میں حضرت حارث بن ابی ضرارؓ کی زبانی ایک روایت کو سب سے زیادہ مسند قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"اور طبری میں تو پورے سلسلہ ہائے اسناد موجود ہیں۔ نہ تو حضرت حارث بن ابی ضرار کی روایت میں کوئی شیعہ ہے اور نہ طبری کی کسی روایت میں۔ حافظ ابن کثیر جو شیعوں کے بارے میں کافی متشدد ہیں ان سے امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ روافض کی ایجاد کردہ کوئی روایت اپنی تفسیر میں درج کر دیں گے۔ امام طبری پر جو بعض لوگ شیعیت کا الزام لگاتے ہیں وہ مہمل اور لغو ہے۔"
(قرآن نمبر ص ۸۲۶)

تفسیر ابن کثیر میں شامل بعض روایات کا مختصر تجزیہ پیچھے گذر چکا ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بعض راوی تقیناً رافضی اور شیعہ گذرے ہیں۔ موصوف نے ابن کثیر کے متعلق جو یہ کہا کہ "وہ شیعوں کے بارے میں کافی متشدد ہیں...." اس کی ایک واضح مثال خود ماہنامہ الاشرف کا یہ قرآن نمبر ہے جس میں ڈاکٹر سید رضوان ندوی کا مضمون شائع ہو گیا ہے۔ اب آئندہ کوئی وکیل صفائی یہ کہہ سکتا ہے کہ ماہنامہ الاشرف کے بانی اور ذمہ داران سبھی حضرت تھانویؒ کے عقیدت مند اور مسلک اہلسنت کے ترجمان ہیں بالخصوص مدیر مسؤل مولانا محمد اسلم شیخو پوری صاحب تو شیعوں کے بارے میں کافی متشدد ہیں جنہوں نے سپاہ صحابہ پاکستان کے بانی مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید کو اپنے مضامین میں خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ان کی زیر ادارت رسالے میں ان کے تعارفی کلمات کے ساتھ کسی" تقیہ باز کا مضمون شائع ہو گیا ہو۔ موصوف کے زیر بحث مضمون کو بنظر انصاف پڑھنے والے راقم الحروف کے اس موقف کی ضرور تائید کریں گے۔

موصوف نے اس واقعہ کے رواۃ میں سیدنا عبداللہ بن عباس کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ "طبری میں تو پورے سلسلہ ہائے اسناد موجود ہیں۔" تفسیر ابن جریر میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی سند اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"حدثنی محمد بن سعد قال ثنا ابی، حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابیه عن ابن عباس".

اس سند سے اوّل تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ابن سعد کا باپ کون ہے؟ اور باپ کا چچا کون ہے؟ پھر اس کے چچا کا باپ اور دادا کون ہے؟ گویا اس میں چار مجہول راوی ہیں۔ اسی لیئے محدث عصر الشیخ احمد شاکر مصری مرحوم نے اس سلسلہ سند کے متعلق کہا ہے "سند مسلسل بالضعفاء من اسرة واحدة"

ایسی سند جس کے پورے سلسلہ سند میں ایک ہی خاندان کے ضعفاء جمع ہو گئے۔ (تفسیر طبری ص ۲۶۳ ج ۱۔ دارالمعارف مصر ۱۳۷۴ھ) مضمون نگار نے طبری، ابن کثیر، سید قطب اور سید مودودی کے تتبع میں مسند احمد کی روایت کو سب سے زیادہ مستند اور مفصل قرار دیا بڑے۔ اس روایت کو امام سیوطی نے "سند جید" اور ابن کثیر نے "احسن الطرق" کہا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس روایت کے دیگر تمام طرق ان کے نزدیک بھی ضعف سے خالی نہیں۔ مسند امام احمد میں اس کی سند اس طرح بیان کی گئی ہے"

"قال احمد حدثنا محمد بن سابق ثنا عیسیٰ بن دینار حدثنی انه سمع الحارث بن ضرار الحدیث".

اس سند میں ایک راوی محمد بن سابق تمیمی ہے جس کے متعلق ابو حاتم کہتے ہیں۔ یکتب حدیثه ولایحتج به".

اس کی حدیث لکھ لی جائے لیکن وہ قابل حجت نہیں۔ ابن معین نے اسے ضعف کہا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے رجال بخاری میں شامل کیا ہے۔ امام بخاری نے باب "قضاء الوصی دیون المیت"

میں ایک روایت اس سے شک کے ساتھ بیان کی ہے۔ حدثنا محمد بن سابق اوالفضل بن یعقوب حدثنا شیبان"

اگر یہاں محمد بن سابق ہی کو صحیح مان لیا جائے پھر بھی اس کے ضعف میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ بخاری میں اس روایت کا متابع موجود ہے۔ کتاب المغازی باب "اذ ھمت طائفتان...." میں شیبان سے محمد بن سابق یا فضل بن یعقوب کی بجائے ایک اور راوی عبیداللہ بن موسیٰ بیان کرتا ہے گویا یہ ضعیف راوی مستقلاً بخاری کا راوی نہیں بلکہ متابعۃً ہے اور اگر اس کو رجال بخاری میں شامل کر لیا جائے تب بھی یہ ضروری نہیں کہ اس راوی کی دیگر روایات جو بخاری کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہوں لازماً صحیح ہوں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ

لایلزم من کون رجال الاسناد من رجال الصحیح ان یکون الحدیث الوارد به صحیحا... احتمال ان یکون فیه شذوذا وعلة."

(تھذیب التھذیب ص ۱۷۵ ج ۹) کسی راوی کا رجال بخاری میں ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس کی دوسری روایات بھی صحیح ہوں۔ ممکن ہے کہ اس کی دوسری روایات میں شذوذ اور علت ہو۔ اس روایت کے دوسرے راوی کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندوی مرحوم کی تحقیق ملاحظہ ہو:

اس میں عیسیٰ بن دینار طبقہ سابعہ میں ہیں۔ یہ طبقہ صرف تبع تابعی افراد پر مشتمل ہے۔ اس میں تابعین داخل نہیں ہیں۔ یعنی اس طبقہ والوں نے کسی صحابی کی زیارت نہیں کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ

عیسیٰ بن دینار نے حضرت حارثؓ کو جو صحابی ہیں نہیں دیکھا تھا اور یہ روایت منقطع ہے۔ عیسیٰ اور حضرت حارثؓ کے درمیان کوئی اور راوی بھی ہے جو مجہول ہے۔ **حدثنا عیسیٰ بن دینار"** کے بعد: **حدثنی** کا لفظ صاف طور پر کسی غیر مذکور راوی کی نشان دہی کر رہا ہے۔ اگر انہوں نے خود صحابی موصوف سے سنا ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی۔ **"حدثنا عیسیٰ بن دینار انه سمع:.**

دونوں کے بیچ میں "حدثنی" کا لفظ نہ ہوتا۔ عیسیٰ کا طبقہ سابعہ سے ہونا ہی ثبوت انقطاع کے لیے کافی تھا اس پر خود عبارت سند کی نشان دہی ثبوت مزید ہے۔ اب روایت کے منقطع ہونے میں کیا کلام رہا اور اصول حدیث کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ منقطع روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ (اظہار حقیقت جلد اول ص ۲۷۲)

غرض اس روایت کے جتنے بھی طرق ہیں وہ سب معلول ہیں اور ضعیف اور مجہول راویوں سے مروی ہیں لہذا ایسی واہی روایات کی بناء پر ایک صحابی کو مطعون کرنا اہل رفض کا شیوہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اس بحث کو امام نوویؒ کے ارشاد پر ختم کیا جاتا ہے:

فانا مامورون بحسن الظن بالصحابة ونفی کل رذیلة عنهم و اذا انسدت الطرق نبناالکذب الی الرواة... قال العلماء الاحادیث الواردة اللتی فی ظاهر هادخل علیٰ صحابی یجب تاویلیها قالو! ولایقع فی الروایات الثقات الامایمکنه تاویله"(شرح مسلم لانووی ج۲ ص ۹۰، ۲۷۸)

ہم صحابہ کے بارے میں حسن ظن اور ان سے ہر برائی کی نفی کرنے کے مکلف ہیں اور جب کسی سند سے اس کی راہ نہ ملے تو اس الزام کو ہم کذب راوی پر محمول کریں گے... علماء کا قول ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو تو اس کی تاویل واجب اور ضروری ہے اور انہوں نے کہا کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکتی ہو۔

درایتاً بھی یہ واقعہ غلط ہے کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر جب سیدنا ولید بن عقبہؓ اپنے بھائی عمارہ بن عقبہؓ کے ہمراہ مشرف باسلام ہوئے تو ان کی عمر بہت چھوٹی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اتنی اہم ذمہ داری کیوں کر سونپ سکتے تھے؟ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم لکھتے ہیں کہ "جن روایتوں میں ولید بن عقبہ کا نام مذکور ہے ان میں سے کوئی روایت بھی صحیح اور جراح سے خالی نہیں۔ وہ سب روایتیں منقطع ہیں۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ فتح مکہ کے دن ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ خورد سالہ بچوں میں تبریک کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ آپ نے سب کے سروں پر ہاتھ پھیرا مگر ان کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا کیونکہ ان کے سر میں خلوص (ایک قسم کی خوشبو) لگی تھی اور وہ آپ کو ناپسند تھی۔ جو شخص فتح مکہ کے دن بچوں میں شامل ہے وہ چند ماہ بعد اس قابل کس طرح ہو گیا کہ اسے بنی مصطلق میں عامل بنا کر بھیج دیا گیا۔" (جواہر القرآن جلد سوم ص ۱۱۶۲)

یہ ملحوظ رہے کہ مذکورہ روایت مسند احمد ص ۴/۳۲۲ اور سنن ابی داؤد ۲/۵۷۶ پر خود سیدنا ولید بن عقبہ سے مروی ہے مضمون نگار اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ
"بقول حافظ ابن عبدالبر اندلسی یہ حدیث اس لئے غلط ہے کہ جس شخص کو فتح مکہ کے بعد حضور بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجیں وہ فتح مکہ کے وقت بچہ نہیں ہو سکتا۔ حافظ ابن حجر نے اس کے بعد اس روایت کی تکذیب یوں کی ہے کہ ولید بن عقبہ غزوہ بدر کے فوراً بعد اپنے چچا کا فدیہ لے کر مدینہ آئے تھے اور کوئی چھوٹا بچہ یہ کام نہیں کر سکتا پھر اس روایت کا ایک راوی بھی مجہول الحال ہے" (قرآن نمبر ۱۳۱)
موصوف نے یہاں ابن حجر کی طرف "تکذیب" کی نسبت کر کے ناروا جسارت کی ہے۔ یہ ان پر "ظالمانہ الزام" ہے۔ انہوں نے تو مختلف روایات نقل کی ہیں اور کہیں بھی اس روایت کی تکذیب نہیں کی۔ حافظ ابن عبدالبر نے بھی "کم عمری" کے قول کو محض اس لئے رد کیا ہے کہ جو شخص فتح مکہ کے وقت بچہ ہوا سے آپ صدقات کی وصولی کے لئے نہیں بھیج سکتے۔ یہی مؤقف ہمارا ہے کہ سیدنا ولید چونکہ اس وقت صغیر السن تھے اس لئے انہیں بنی مصطلق کی طرف بھیجا ہی نہیں گیا تھا۔ جمہور علماء سیر نے صغیر السنی کا قول نقل کیا ہے۔ خود ابن عبدالبر نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "اسلم یوم الفتح۔ یومئذ کان قدنا ھذا الاحتلام" (استیعاب مع الاصابہ ص ۳/۶۳۱)
موصوف نے صفیر السنی کے قول کی تغلیط میں دو وجوہات بیان کیں۔ اول یہ کہ روایت میں ایک روای ابو موسی مجہول ہے پھر اس پر خطیبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیا کہ جس شخص کو آپ صدقات کی وصولی کے لئے بھیجیں وہ فتح مکہ کے وقت بچہ نہیں ہو سکتا۔ پھر اس پر مزید دلیل یہ قائم کی کہ ولید اپنے بھائی عمارہ کے ہمراہ اپنی بہن ام کلثوم کو واپس لانے کے لئے مدینہ آئے تھے۔ موصوف کا یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ابو موسی الھمدانی جسے مجہول بتایا گیا ہے اس کا اصل نام مالک بن الحارث ہے۔ اور جو مسند احمد اور ابی داؤد کی روایت میں آخری راوی ہے۔ ان کا اصل نام عبداللہ بن مالک بن الحارث ہے اور یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ولید اپنی بہن کو واپس لانے کے لئے مدینہ گئے تھے۔ یہاں ابن عبدالبر نے سال کا ذکر نہیں کیا تاہم ابن اثیر، ابن حجر اور دیگر مؤرخین نے واضح طور پر ۷ھ کا ذکر کیا ہے۔ بشرط صحت روایت اس سے بھی تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ولید اپنے بھائی عمارہ کے ساتھ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔ کیا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے ساتھ سفر نہیں کیا کرتا؟
مضمون نگار نے سیدنا ولید کی کم سنی کے قول کو جھٹلاتے ہوئے ابن حجر کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ غزوہ بدر کے فوراً بعد اپنے چچا کا فدیہ لے کر مدینہ گئے تھے۔ موصوف اگر ابن حجر کا "ماخذ" بھی بتا دیتے تو قارئین پر اس واقعہ کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ ابن حجر اس کا "ماخذ" یوں بیان کرتے ہیں کہ "حکاہ اصحاب المغازی" الاصابہ مع الاستیعاب ۳/۶۳۸) اس قصہ کو اصحاب مغازی نے بیان کیا ہے۔ مفسرین کرام نے آیت زیر بحث کے تحت مختلف افراد اور مختلف واقعات کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے سیدنا علی رضی

اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ بعض حضرات بغیر نام کے واقعہ بیان کرتے ہیں۔ بعض ولید کا نام بیان کرتے ہیں۔ اس طرح بعض روایات میں قبیلہ بنی مصطلق کا ذکر ہے۔ اور بعض میں "بنی وکیعہ" کا ذکر ہے (بیان القرآن از حضرت تھانوی) اسی طرح بعض حضرات نے ایک مختلف واقعہ کو آیت کا شان نزول قرار دیا ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا چچازاد بھائی آیا کرتا تھا۔ آپ نے یہ خبر سن کر حضرت علی کو فرمایا "خذ ھذا السیف فان وجدتہ عندھا فاقتلہ" یہ تلوار پکڑو اگر وہ شخص ماریہ کے پاس مل جائے تو اسے قتل کر دو۔ جب حضرت علی علیہ السلام اسے قتل کرنے کے لئے وہاں پہنچے تو وہ بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا اور اوندھا ہو گیا۔ حضرت علی نے واپس آ کر آپ کو بتایا کہ وہ شخص تو "مردوں والی" کوئی خصوصیت نہیں رکھتا۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الحمدللہ الذی یصرف عنا السوء اھل البیت" تمام تعریفیں اس اللہ کی کہ جس نے ہمارے اہل بیت سے ہر قسم کی برائی دور فرمائی (تفسیر مجمع البیان ص ۱۲۲/۵ تحت الآیۃ)

پھر جناب طبری نے اپنی مخصوص ذہنیت کے پیش نظر مزید ایک شوشہ چھوڑا جسے بعد کے مفسرین نے بھی نقل کر دیا کہ "بنی مصطلق اور ولید کے درمیان زمانہ جاہلیت سے عداوت چلی آ رہی تھی" یہ کیسی عداوت تھی؟ کن کے مابین تھی؟ سیدنا ولید کے ساتھ اس عداوت کا کیا تعلق؟ وہ تو فتح مکہ کے وقت صغیر السن تھے۔ اگر اس قصہ عداوت میں کوئی صداقت ہوتی تو سیدنا ولید اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کر دیتے جب انہیں اس کام کے لئے نامزد کیا گیا تھا۔ حیرت ہے کہ زمانہ جاہلیت کی قدیم عداوت کا خیال انہیں بنی مصطلق کے قریب پہنچ کر آیا۔

اس سلسلے میں سیدنا ولید بن عقبہ کا اپنا قول جسے امام احمد بن حنبل اور امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے دیگر تمام اقوال کے مقابلے میں زیادہ صحیح اور راجح ہے۔

مضمون نگار نے آیت زیر بحث کو سیدنا ولید رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر زبردستی چسپاں کرنے کی مذموم سعی کی ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ کب رونما ہوا؟

اس بات پر تو تمام ارباب تاریخ و سیر کا اتفاق ہے کہ سیدنا ولید ۸ ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مشرف با سلام ہوئے۔ پھر ۹ ھ میں انہیں قبیلہ بنی مصطلق کی طرف صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق نے کب اسلام قبول کیا؟ مضمون نگار لکھتے ہیں کہ "ان میں سب سے زیادہ مستند اور مفصل روایت مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت حارث بن ابی ضرار کی زبانی ہے جو اس قصہ میں خود ایک فریق تھے۔ یہ قبیلہ بنی المصطلق کے سردار تھے اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد اپنے قبیلہ میں اسلام پھیلایا اور ذمہ داری لی کہ وہی ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے حکومت مدینہ کو ادا کر دیں گے۔ ان کے قول کے مطابق مدینہ منورہ سے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے کسی کارندے کے آنے میں دیر ہوئی تو ان کو فکر ہوئی کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قوم سے ناراض ہیں اور انہوں نے ایک وفد کے ساتھ مدینہ جانے کی

تیاری کی۔ اس درمیان میں ولید بن عقبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی المصطلق سے زکواۃ وصدقات کی وصولیابی کے لئے بھیجا۔ لیکن یہ راستہ سے ہی واپس آ گئے۔ (قرآن نمبر ص ۱۲۶)

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حارث بن ابی ضرار (والد ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا) نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم سے زکواۃ جمع کی پھر وہ آپ کے قاصد کے منتظر رہے جب وہ وقت مقررہ پر نہ پہنچے تو انہوں نے خود مدینہ جانے کی تیاری کی۔ حضرت حارث بن ابی ضرار کب اسلام لائے ملاحظہ فرمائیں:

حضرت حارث رضی اللہ عنہ غزوہ مریسیع یا بنی مصطلق کے فوراً بعد مشرف باسلام ہوئے۔ مریسیع یا بنو خزاعہ قبیلہ کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں یہ خزیمہ بن سعد بن عمر کا لقب تھا۔ یہ کس سال میں وقوع پذیر ہوا۔ اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔ ابن اسحق نے جس کی پیروی طبری اور ابن ہشام نے کی ہے اس غزوہ کو ۶ ھ میں ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ غزوہ شعبان ۵ ھ میں ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب سے اپنی مغازی میں روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بنو مصطلق کے ساتھ شعبان ۵ ھ میں جنگ کی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ مریسیع ہجرت کے پانچویں سال وقوع پذیر ہوا۔ واقدی کہتے ہیں کہ غزوہ مریسیع پانچ ہجری میں ہوا۔ (دلائل النبوۃ ۴۴-۴۶/۴)

امام بخاری نے بھی صحیح میں اس اختلاف کا ذکر کیا ہے لیکن غلطی سے ۵ ھ کے بجائے موسیٰ بن عقبہ کی طرف ۴ ھ کی نسبت کی ہے۔ صاحب المواھب اللدنیہ نے پہلے قول کی توثیق کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں بیہقی، حاکم، موسیٰ بن عقبہ اور ابو معشر کی روایتوں سے ۵ ھ کو ترجیح دی ہے۔ ابن سعد نے بھی ۵ ھ ہی لکھا ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ غزوہ مریسیع یا بنی مصطلق پانچ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوے میں اونٹ، بھیڑ، بکریوں کے علاوہ بہت سے مرد وزن بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان قیدیوں میں قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث رضی اللہ عنہ کی بیٹی جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں چند دن کے بعد حارث اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کرنے کے لے اونٹ ہمراہ لائے۔ وادی عقیق میں ان اونٹوں پر نظر ڈالی تو ان میں سے دو اونٹ انہیں بہت پسند آئے جنہیں انہوں نے گھاٹی میں چھپا دیا۔ پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اونٹ میری بیٹی کا فدیہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تو نے وادی عقیق میں چھپا دیا تھا تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھے ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ'' ان اونٹوں کے متعلق آپ کو اللہ نے آگاہ فرمایا ہے اور اپنے دو بیٹوں اور قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد ابن حجر نے دوسری روایت کا ذکر کیا جس میں ان کے قبول اسلام کے بعد ولید بن عقبہ کا ان کی طرف بھیجے جانے اور سورۃ الحجرات کی زیر بحث آیت کے نزول کا ذکر ہے۔ جب کہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں صرف پہلی روایت کا ذکر کیا ہے۔ ابن اثیر جذری نے بھی دونوں روایتوں کا ذکر

کیا ہے۔ (اسد الغابہ، الاصابہ مع الاستیعاب ۱/۲۸۱ تحت حارث بن ابی ضرار)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ حارث بن ابی ضرار ۵ھ میں اپنی قوم کے سر کردہ افراد کے ہمراہ مشرف باسلام ہوئے پھر واپس آ کر دیگر افراد میں اسلام کی تبلیغ کی جس پر سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اس وقت سیدنا ولید نے اسلام قبول ہی نہیں کیا تھا۔ کیا چار سال تک حضرت حارثؓ ولیدؓ کا انتظار کرتے رہے؟ کیا اس دوران آپ نے صدقات کی وصولی کے لئے ان کے پاس کسی شخص کو نہیں بھیجا تھا؟ الغرض آیت زیر بحث کے تحت مضمون نگار کا سیدنا ولید سے متعلق بیان کردہ قصہ دروغ گو رواۃ اور دشمنان صحابہ کا وضع کردہ ہے۔ اور روایتاً اور درایتاً ہر اعتبار سے باطل اور آں محترم پر ناروا اتہام اور ظالمانہ افتراء ہے۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین

حیرت ہے کہ کتب تفسیر وحدیث و تاریخ میں مذکورہ بالا حقائق کی موجودگی کے باوجود ڈاکٹر سید رضوان ندوی صاحب نے کس طرح ایک صحابی رسول کو آیت زیر بحث میں لفظ "فاسق" کا مخاطب قرار دے دیا۔

مضمون نگار اپنے اسی مضمون میں سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی اور اسی حالت میں نماز پڑھانے کا الزام عائد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مولانا اصلاحی صاحب وکیل صفائی بننے سے قبل ان ثقہ محدثین اور ائمہ علم کے ولید بن عقبہ کے بارے میں بیانات تو پڑھ لیتے ان میں سے نہ تو کوئی شیعہ تھا اور نہ بے سرو پا روایتیں لکھنے والا" پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "سو ولید بن عقبہ کا شراب خوری کا معاملہ بھی ایسے ہی Addiction یا مرض کی مثال ہے" (قرآن نمبر ص ۱۳۵، ۱۳۶) کاش کہ موصوف آں محترم پر یہ مکروہ الزام عائد کرتے وقت اپنے محبوب مفسر و مؤرخ طبری ہی سے رہنمائی حاصل کر لیتے۔ جنہوں نے اس الزام کو عداوت اور سازش کا شاخسانہ قرار دیا۔

آں محترم رضی اللہ عنہ کے خلاف شراب نوشی کی گواہی دینے والے اور سازش تیار کرنے والے دو شخص ابو زینب اور ابو مورّع ہیں۔ ان کے بیٹوں نے ایک شخص کے گھر نقب لگا کر اسے قتل کر دیا تھا۔ ایک صحابی رسول ابو شریں خزاعی رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے نے قاتلوں کے خلاف گواہی دی۔ سیدنا ولید نے اس واقعہ سے حضرت عثمان کو آگاہ کیا تو انہوں نے نقب زنوں کے قتل کا حکم صادر فرما دیا۔ جس کی تعمیل کرتے ہوئے قاتلین کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہاں سے عداوت کا آغاز ہوتا ہے۔ طبری لکھتے ہیں کہ "ان اباذینب وابامورّع وجند باوھم یحقرون لہ مذ قتل ابناھم ویفصون لہ العیون ...... اجتمع نفرمن اھل الکوفۃ فعملوا فی عمل الولید..... " (طبری ۵/۶۰)

ابوزینب ابو مورّع اور جندب جب سے حضرت ولید نے قصاص میں ان کے بیٹے قتل کئے اس وقت سے وہ عیب جوئی کی مہم میں لگ گئے اور کسی طرح ان کی انگوٹھی چرانے میں کامیاب ہو گئے۔ جسے بعد میں انہوں نے حضرت عثمان کے سامنے بطور ثبوت پیش کیا۔ اس کے جواب میں سیدنا ولید نے حلف اٹھا کر اس الزام کا انکار کیا۔ اور اصل صورت حال سے آگاہ کیا لیکن چونکہ شہادتیں پیش ہو چکی تھیں اس لئے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر حد جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں کہ "ان بعض اھل الکوفۃ تعصبوا علیہ فشھدوا علیہ بغیر الحق" بعض کوفی لوگوں نے ولید کے ساتھ تعصب کیا اور ان کے خلاف ناحق شہادت دی۔ (الاصابہ تحت الولید) شمس الدین سخاوی نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (فتح المغیث ۳/۱۰۴ تحت معرفۃ الصحابۃ)

مضمون نگار نے ابن عبدالبر کے حوالے سے نشے کی حالت میں نماز پڑھانے کا الزام بھی عائد کیا۔ اگر اس الزام کو صحیح مان لیا جائے تو پھر لازماً یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ آں محترم کی اقتدا کرنے والے سارے نمازی شرابی تھے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ فجر کی نماز کی کتنی رکعتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام دو رکعت پڑھانے کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا پھر بھی کسی نے پیچھے سے لقمہ نہیں دیا حتیٰ کہ اس نے چار رکعات پڑھا دیں اور پھر نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کیا اور پڑھاؤں؟ اس واقعے کی صحت پر یقین کرنے والا کوئی پرلے درجے کا احمق یا کوئی بدترین دشمن صحابہ ہی ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہوتا تو سارے نمازی ہی امام کے خلاف گواہی دیتے لیکن سازشیوں نے بمشکل دو گواہ تیار کئے جنہیں سے ایک نے شراب پینے کی اور دوسرے نے شراب کی قے کرنے کی گواہی دی۔ یہ ملحوظ رہے کہ ان جھوٹے گواہوں نے بھی شراب کی حالت میں نماز پڑھانے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ مضمون کے آخر میں موصوف لکھتے ہیں کہ "پھر یہ کہ مولانا اصلاحی کے اس انکار سے تو حضرت عثمان پر زد پڑتی ہے کہ انہوں نے ایک بے گناہ فرد پر ۴۰ کوڑوں کی شراب خوری کی حد جاری کی۔ کیا مولانا موصوف کو خلیفہ راشد ثالث کے خلاف یہ ناروا الزام گوارہ ہے۔ جو عشرہ مبشرہ بالجنۃ سے بھی ہیں" (قرآن نمبر ۱۳۸) جن صحیح روایات میں حد جاری کرنے کا ذکر ہے ان سے کسی طور پر بھی آں محترم پر شراب خوری کا الزام سچا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ دو مختلف مسئلے ہیں۔ ایک یہ کہ دو گواہوں نے گواہی دی۔ جس کی بنیاد پر حد جاری کر دی گئی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فی الواقع گواہوں کا بیان صحیح تھا یا غلط؟ گواہ واقعہ کے لحاظ سے سچے تھے یا سازش کر کے انہوں نے جھوٹی گواہی دی؟ آں محترم رضی اللہ عنہ کا جرم حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے ثابت تھا یا نہیں؟

موصوف کا یہ اعتراض واقعاتی اعتبار سے اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا کیونکہ یہ کوئی امر مستبعد یا محال نہیں۔ عین ممکن ہے کہ بعض موقعوں پر گواہ جھوٹے ہوں لیکن وہ عدالتی کارروائیوں کے ذریعے کسی طرح اپنے حق میں فیصلہ حاصل کر لیں۔ آئے روز اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ عدالت کو حقیقت کا علم ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف وہ علم کافی ہے جو شہادتوں سے حاصل ہو"

سلف میں سے جس نے بھی سیدنا ولید کی برأت ظاہر کی ہے اس کی مراد یہی ہے کہ نفس الامر میں وہ اس جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔ کوفہ کے بدمعاشوں اور مفسدوں نے سازش اور جھوٹے گواہوں کے ذریعے

ان پر حد جاری کرائی۔ عدالتی ثبوت ایک الگ مسئلہ ہے اور اس الزام کا حقیقت ہونا ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ دونوں کو یک جا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بے گناہ کو گواہوں کے ذریعے سزا دلوائی جا سکتی ہے لیکن اس سزا سے کسی کا مجرم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ قاضی مقدمہ کا فیصلہ ظاہری روئیداد کی بناء پر کرتا ہے نہ کہ اپنے علم کی بناء پر۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ میں ظاہری شہادتوں کی بناء پر فیصلہ کرتا ہوں اگر واقعے کے لحاظ سے وہ فیصلہ صحیح نہیں ہے تو اس کا بوجھ اللہ کے نزدیک اسی شخص پر ہوگا جس نے فریب کاری سے ناحق کو حق ظاہر کیا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کے خلاف قاضی کی عدالت میں اپنی زرہ کے متعلق دعویٰ کیا لیکن قاضی صاحب نے حضرت علیؓ کے خلاف فیصلہ کیا۔ کیونکہ وہ شرعی شہادت پیش نہیں کر سکے تھے۔ کیا قاضی کوفہ حضرت علی علیہ السلام کی صداقت اور یہودی کے کذب سے آگاہ نہیں تھے؟ مگر وہ یہاں فیصلہ مقدمہ کی ظاہری روئیداد کے اعتبار سے کرنے پر مجبور ہوئے۔ سیدنا ولیدؓ کے واقعے میں بھی یہی ہوا کہ ابوزینب اور ابو مورع جو اپنے بیٹوں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے یہ مکروہ سازش تیار کی اور ان محترم کو گورنری سے بھی معزول کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ نے آں محترم کے حلف کو اس لئے درخور اعتناء نہیں سمجھا کہ شہادت میں مدعیٰ علیہ کی گواہی کے بعد مدعی علیہ سے حلف نہیں لیا جاتا۔ صرف یہ وضاحت فرمائی کہ جھوٹے گواہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

مضمون نگار کا مولانا اصلاحی پر غصہ صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے سیدنا ولید رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا۔ اسی لئے وہ بار بار لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ مولانا اصلاحی نے ولید بن عقبہؓ کے دفاع کے بعد ...... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اصلاحی نے سورۃ حجرات کی اس آیت کی تفسیر کو ولید بن عقبہ کے دفاع کے لئے استعمال کیا ہے .... یہ کوئی مناسب طریقہ نہیں کہ اموی خاندان کے ایک ایسے فرد کے دفاع کے لئے جو فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے۔ ہم اپنے تمام علماء سلف کو مطعون کریں اور اپنے تمام ذخیرہ تفسیر میں شک پیدا کریں۔ یہ نہ تو علم کی کوئی خدمت ہے نہ اسلام کی" (قرآن نمبر ص ۱۲۷، ۱۳۴)

موصوف کی یہ بدبودار عبادت ان کے "بغض صحابہ" کی واضح دلیل ہے۔ سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت مسلمہ اور متفقہ ہے۔ ان کا تعلق کسی خاندان سے بھی کیوں نہ ہو ان کا دفاع ہر مومن پر فرض ہے۔ اور یہی علم اور اسلام کی عین خدمت ہے۔ موصوف کا پیش کردہ نظریہ نری ضلالت اور کفر ہے جس کا انجام یقیناً جہنم ہے۔ صحابہ کے بعد کے تمام اکابر و اعاظم کسی ادنیٰ صحابی کے نقش پا کے برابر بھی نہیں ہو سکتے اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ قرآن و حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جو فضیلت و منقبت بیان ہوئی ہے۔ ان میں سیدنا ولید بھی یقیناً شامل ہیں۔ تمام اعلیٰ و ادنیٰ صحابہ کا فرق مراتب کے باوجود بحیثیت صحابی یکساں عزت و احترام کے ساتھ یاد کیا جانا اسلام کا مطلوب و مقصود ہے۔ پس کسی

بھی صحابی کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز کرنا ضلالت و ہلاکت میں مبتلا ہونا ہے۔

مضمون نگار نے سید مودودی، سید قطب اور ان جیسے اپنے اسلاف کے تتبع میں سیدنا ولیدؓ کے خلاف جو بے سروپا داستانیں سپرد قلم کی ہیں وہ نہ صرف شرم ناک ہیں بلکہ امت مسلمہ کی نہایت درجہ تابناک تاریخ کو داغ دار کرنے کی بھی افسوس ناک روش ہے۔ اس سے بھی زیادہ افسوس ماھنامہ الاشرف کے ذمہ داروں پر ہے جنہوں نے ایک صحابیٔ رسول اور خلفاء راشدین کے معتمد علیہ سیدنا ولید بن عقبہ کے خلاف اس مکروہ، مذموم اور مسموم مضمون کو "قرآن نمبر" جیسے عظیم اور مقدس سلسلے میں شائع کر کے امت مسلمہ کے جذبات مجروح کیے۔

اللہ تعالی ہم سب کو ہدایت نصیب فرما کر قبائلی تعصب اور خاندانی عناد سے محفوظ فرمائے۔ صحابہ کرام بالخصوص سیدنا ولید بن عقبہ اور اس خاندان کے دیگر افراد (صحابہؓ) کے حق میں سوء ظنی اور بدگمانی سے بچا کر حسن ظن نصیب فرمائے۔ (آمین)

بقیہ از ص ۴۲

رہے ہیں۔ بالٹی مجھے دیں تاکہ میں بھی ثواب میں حصہ دار بن سکوں۔ میرا قادیانی آفیسر مجھے کہنے لگا کہ "صدیقی صاحب" یہ کام میں کروں گا۔ کیونکہ اس کام میں ایک راز پوشیدہ ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیا؟ میرے آفیسر کو مجھ پر بھرپور اعتماد ہو چکا تھا۔ اور وہ مجھے اپنا ہم عقیدہ خیال کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ جو سرکاری مسلمان ہیں ہمیں غیر مسلم بنا رہے ہیں چند سال کے بعد یہ آم کا پودا پھل دے گا۔ اس کے پھل میں اسٹیشن ماسٹر اپنا حق جمائے گا۔ پولیس والے اپنا حق۔ قلی اور درجہ چہارم تک کے ملازمین اپنا حق جتائیں گے۔ اور اس کے پھل کے سبب ان میں خوب جوتم پیزار ہو گی۔ ہم سکون سے ہوں گے یہ لڑتے رہیں گے بلکہ ہم ان کی لڑائی کو مزید ہوا دیں گے۔ سب انجینئر صدیقی صاحب نے بتایا کہ مجھے یہ بات سن کر ایک دم شاک سا لگا۔ میرے دل میں اسلام کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی۔ مسلمانوں میں انتشار کی سازشیں فوراً دماغ میں آ گئیں۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ آگے بڑھ کر میں نے غصہ میں آم کا پودا اکھاڑ پھینکا۔ اور اپنے قادیانی آفیسر اور قادیانیت کو بے بھاؤ کی سنا ڈالیں۔ اور کہہ دیا کہ تمہاری اس حرکت کا پول میں تمام اسٹیشن پر ابھی کھول دیتا ہوں۔ میرا قادیانی آفیسر دم دبا کر بھاگ نکلا اور خدا نے میرے اوپر کرم کیا۔ اس آفیسر سے بعد میں یہی ہوا کہ میرا تبادلہ ملتان سے بھکر کروا دیا۔ مگر میں خوش ہوں کہ میرا ایمان بچ گیا۔ اب آپ کی طرف سے کتابوں کا سیٹ ملنے کے بعد میں نے جو قادیانیت کا مطالعہ کیا تو میں یہ سوچتا ہوں کہ آج جو ملک میں افراتفری مچی ہوئی ہے اس میں کلیدی آسامیوں پر فائز قادیانی آفیسران کا پورا پورا ہاتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین۔)